غیر مسلموں سے سماجی تعلقات کی شرعی حیثیت

﴿سید جلال الدین عمری﴾

معاشرتی تعلقات کے ذیل میں کھانے، پینے اور لباس کا ذکر آچکا ہے۔ان تعلقات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ سماجی تعلقات کے تحت اس کے بعض اور پہلوؤں کی وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

غیر مسلم کو سلام کرنا:

احادیث میں سلام کو رواج دینے کا حکم ہے۔ زیادہ تر علماء کے نزدیک اس کا تعلق مسلمانوں سے ہے،اس لئے غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جاسکتا، لیکن بعض حضرات کے نزدیک سلام ایک طرح کی دعا ہے۔ یہ دعا غیر مسلم کو بھی دی جاسکتی ہے۔(۱)

غیر مسلم کو دعا دینا:

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی، اس نے وہ پیش کی تو آپ ﷺ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین و جمیل رکھے۔ چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے۔(۲)

علامہ بغوی اس روایت کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل کتاب کو

۱۔ اس مسئلہ پر مستقل بحث آگے آرہی ہے۔

۲۔ عبدالرزاق، المصنف: ۱۰/ ۳۹۲،

دعا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ روایت میں آتا ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ دوہ کر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اسے دعا دی کہ اللہ اسے حسین و جمیل بنادے۔ چنانچہ اس کے بال سیاہ ہوگئے۔ وہ نوے برس کے قریب زندہ رہا لیکن اس کے بالوں میں سفیدی نہیں آئی۔(۱)

چھینک کی دعا کا جواب:

کوئی شخص چھینکنے کے بعد الحمد للّٰہ کہے تو حکم ہے کہ سننے والا یرحکم اللّٰہ کہے۔ اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ یہود آپ ﷺ کی مجلس میں زبردستی چھینکتے تھے تاکہ زبانِ مبارک سے ان کے حق میں یہ دعائیہ الفاظ ادا ہوں۔ آپ یرحکم اللّٰہ کے الفاظ تو ان کے لئے استعمال نہیں فرماتے تھے، البتہ، یہدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم، کہا کرتے تھے۔(۲) یہ بھی دعا ہے اور اس کا مطلب ہے اللہ تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے حالات کو ٹھیک کردے۔

اس سے واضح ہے کہ غیر مسلم کو اس کے مناسب حال دعا دی جاسکتی ہے۔ یہ اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات اور نوع انسانی کے ساتھ اس کے شریفانہ رویہ کا فطری تقاضا ہے۔

غیر مسلم کا اکرام:

حسنِ سلوک کا تعلق مالی مدد ہی سے نہیں اخلاقی رویہ سے بھی ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کے ساتھ بات چیت میں، ملنے جلنے اور تعلقات میں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہو۔ ان میں جو سماجی اور معاشرتی لحاظ سے جس حیثیت کا مالک ہو اس کے مطابق اسے عزت واحترام کا مقام دیا جائے۔

قاضی اسماعیل بن اسحاق کی خدمت میں ایک ذمی پہنچا تو انہوں نے اس کی تعظیم و

۱۔ بغوی، شرح السنۃ: ۱۲/ ۲۷۳،

۲۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب کیف یشمت الذمی، ترمذی، ابواب الاستیذان، باب کیف یشمت العاطس،

توقیر کی۔ حاضرین میں سے بعض نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا تو قاضی اسماعیل نے سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۸ کا حوالہ دیا۔(۱)

مطلب یہ کہ قرآن مجید نے ذمیوں اور غیر محاربین کے ساتھ حسنِ سلوک سے منع نہیں کیا ہے۔ یہ احترام اسی حسن سلوک میں داخل ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمان کسی ذمی کے احترام میں کھڑا بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ عزالدین بن سلام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ البتہ نہ کھڑا ہونے میں کسی بڑے ضرر کا خطرہ ہو تو فرماتے ہیں کہ کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علماء احناف میں ابن وہبان اس کا ایک مثبت پہلو بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ذمی کا اسلام کی طرف رجحان ہو تو قیام کی گنجائش ہے۔ بعض لوگوں نے ہر دینی مصلحت کو یہی حیثیت دی ہے۔(۲)

اس قسم کے مسائل کو بالعموم اس سوال سے جوڑ دیا گیا ہے کہ مسلمان جب برسر اقتدار ہوں تو ان کا ذمیوں کے ساتھ جو اقتدار میں شریک نہیں ہیں کیا رویہ ہونا چاہئے لیکن اگر اسے اسلام کی عام اخلاقی تعلیمات اور اپنوں اور غیروں کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی اور احسان کی ہدایات کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس سے زیادہ وسیع پس منظر میں ان پر غور و فکر ہو سکتا ہے۔

غیر مسلم کو مہمان رکھنا:

اس سے پہلے حضرت اسماءؓ کا واقعہ گزر چکا ہے کہ ان کی مشرک والدہ مکہ سے مدینہ ان کے گھر آئیں، کچھ تحفے بھی لائیں، ان سے انہیں توقعات بھی تھیں۔ حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے انہیں اپنے گھر ٹھہرایا اور ان کی خدمت کی اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

۱۔ ابن عربی مالکی، احکام القرآن: ۲/۲۵۰، اس آیت کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

۲۔ آلوسی، روح المعانی، ج ۲۸، ص ۲۵،

فیه دلیل علی جواز قبول هدیة المشرك کما دلت علی ذالك الاحادیث السالفة وعلی جواز انزاله منازل المسلمین۔ (۱)

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مشرک کا ہدیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس باب میں جو حدیثیں گزر چکی ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا جواز بھی موجود ہے کہ مشرک کو مسلمانوں کے گھروں میں ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

غیر مسلم کی عیادت:

سماجی تقاضوں میں ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیمار ہو تو اس کی عیادت اور خبر گیری کی جائے اور اس سے محبت اور ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔ اسلام نے مریض کی عیادت کی ترغیب دی ہے اور اسے بہت بڑا کار ثواب بتایا ہے۔ (۲)

احادیث سے غیر مسلم کی عیادت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس غیر مسلم اشخاص کی عیادت کی ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے (اس دوران میں) اس سے کہا اے ماموں! آپ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کیجئے۔ اس نے کہا کہ میں ماموں ہوں یا چچا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ماموں ہیں (اس لئے کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کا تعلق مدینہ سے تھا) اس نے کہا کہ کیا لا الہ الا اللہ کا اقرار میرے حق میں بہتر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (۳)

۱۔ شوکانی، نیل الاوطار: ۶/ ۱۰۷، غیر مسلم کو تحفے دینے کا ثبوت حضرت عمرؓ کے اس واقعے سے بھی ملتا ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے رشتہ کے ایک مشرک بھائی کو ایک چادر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی، تحفے میں بھیجی۔ اس موضوع پر مستقل بحث آگے آرہی ہے۔

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات" ص ۲۶۵-۲۶۹،

۳۔ مسند احمد: ۳/ ۱۵۲، ۱۵۴، ۲۶۸،

حضرت انسؓ ہی کی روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے۔ اس سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس نے کہا ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اللہ کا شکر اس نے اس بچہ کو جہنم سے بچالیا۔(۱)

ان روایات سے مشرکین اور یہود کی عیادت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسلام کا پیش کرنا تو خیر خواہی کا تقاضا ہے۔ آدمی جسے حق سمجھے گا اسے وہ ہر حال میں پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔ فقہاء نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ غیر مسلموں کی عیادت اور تعزیت جائز ہے۔ اس میں از روئے شرع کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ کوئی غیر مسلم بیمار ہو جائے تو اس کے مسلمان رشتہ دار کو اس کی عیادت کرنی چاہئے۔

ان كانت قرابة قريبة بين مسلم وكا فرفليعد المسلم الكافر۔ (۲)

اگر مسلمان اور کافر کے درمیان قریبی رشتہ داری ہے تو مسلمان کو کافر کی عیادت کرنی چاہئے۔

کسی سے قرابت اور رشتہ داری ہو تو اس کے حقوق زیادہ ہیں لیکن یہ عیادت کے لئے شرط نہیں ہے، یہ ایک دینی، اخلاقی بلکہ انسانی تقاضا ہے جسے پورا ہونا چاہئے۔ سلیمان بن

۱۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات الخ، مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۲۴، میں اسی مفہوم کی ایک روایت ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک یہودی پڑوسی تھا جو اخلاقی طور پر برا نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی عیادت کی پھر اوپر ہی کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی دوسرا واقعہ ہو۔

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶/ ۳۵۔

موسیٰ کہتے ہیں:

نعود بنی النصاریٰ وان لم تکن بیننا و بینهم قرابة۔ (۱)

ہم لوگ نصاریٰ کی اولاد کی عیادت کرتے ہیں اگرچہ کہ ہمارے اور ان کے درمیان قرابت نہیں ہے۔

فقہ حنفی میں عمومی انداز میں کہا گیا ہے:

ولا بأس بعيادة اليهودی والنصرانی لا نه نوع برٍفی حقهم وما نهينا عن ذلك۔ (۲)

یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے۔

در مختار میں ہے کہ: اس بات پر اجماع ہے کہ ذمی کی عیادت جائز ہے، مجوسی کی عیادت کو بھی صحیح قول کے مطابق جائز قرار دیا گیا ہے۔(۳)

غیر مسلم کے جنازہ کا احترام:

حضرت سہل بن حنیفؓ اور قیس بن سعدؓ قادسیہ میں تھے۔ ایک جنازہ گزرا تو وہ کھڑے ہوگئے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ ذمی کا جنازہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے۔ عرض کیا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ نفس (جان) نہیں ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا موت سے ایک گھبراہٹ ہوتی ہے (اس کا تعلق مسلم یا غیر مسلم سے نہیں ہے)(۴)

۱۔ ایضاً،۶/۳۶،

۲۔ ہدایہ،۴/۴۷۲،

۳۔ ردالمختار الدرالمختار:۵/۳۴۱،

۴۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة اليهودی، مسلم، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازہ،

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی بھی انسان کی موت ایک خوفناک حادثہ ہے۔ اس سے مومن کو اپنی موت یاد آتی ہے اور وہ عبرت حاصل کرتا ہے دوسری بات یہ کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم تجہیز و تکفیس اور اس نوع کے دیگر مذہبی مراسم آزادی سے انجام دے سکتے ہیں۔ (۱)

غیر مسلم کی تجہیز و تکفین:

کافر والدین یا عزیزوں کا انتقال ہو جائے تو مسلمان اولاد ضرورت پر ان کے کفن دفن کا نظم کرے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی۔ (۲) جب انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے آپ کو اس کی اطلاع دی۔ یہ خبر سن کو آپ رو پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ان کی مغفرت کی دعا بھی کرتے رہے، بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا تو رک گئے۔ (۳)

حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ انہیں کون دفن کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اپنے باپ کو دفن کرو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا وہ تو مشرک اور ہدایت سے محروم تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اپنے باپ کو دفن کرو۔ پھر اور کوئی کام کئے بغیر سیدھے میرے

۱۔ علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں اور ذمیوں کے طریقوں میں فرق ہونا چاہئے اور ان کی تجہیز و تکفین کے اوقات بھی مختلف ہونے چاہئیں۔ اس حدیث سے بعض علماء کے بقول ان اجتہادات کی تردید ہوتی ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: واستدل بحديث الباب على جواز اخراج جنائز اهل الذمة نهارا غير متميزة عن جنائز المسلمين ۔ اشار الىٰ ذالك الزين بن المنير قال و الزامهم بمخانمة رسوم المسلمين وقع اجتهاذا من الائمة، فتح البارى : ۱۸۱/۳،

۲۔ مصنف عبد الرزاق: ۳۶/۶،

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۲۳، ۱۲۴، مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۳ میں آئی ہے۔

پاس آؤ۔ میں گیا انہیں دفن کیا(۱) اور آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا اور دعا دی۔ ایسی دعا کہ اس کے عوض مجھے سرخ وسیاہ اونٹ (دنیا جہان کی دولت) بھی پسند نہیں۔(۲)

غیر مسلم کے غسل اور تدفین کو بعض فقہاء نے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے صرف اس صورت میں اس کی اجازت دی ہے جب کہ اس کی تدفین کا نظم نہ ہو۔

معمر کہتے ہیں کہ میرے ساتھ یہودی یا نصرانی ہو، اس کا انتقال ہو جائے اور اس کے اہل مذہب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو جو اسے دفن کر سکے تو میں اسے دفن کروں گا۔ اسے درندوں کو کھانے کے لئے نہیں چھوڑوں گا۔(۳)

فقہ حنبلی میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کسی کافر کا انتقال ہو جائے تو وہ اسے غسل نہیں دیں گے اور دفن نہیں کریں گے، چاہے وہ ان کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ الا یہ کہ اسے دفن کرنے والا کوئی نہ ہو۔ (اس صورت میں مسلمان اسے دفن کر دیں گے) یہی امام مالک کی رائے ہے۔ لیکن ابو حفص عبکری کہتے ہیں کہ مسلمان کے لئے اپنے کافر قریبی رشتہ دار کو غسل دینا اور دفن کرنا جائز ہے۔ یہ رائے بھی امام احمد سے منقول ہے اور امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے۔(۴)

علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ ہمارے علماء (احناف) نے کہا ہے کہ کسی مسلمان کے کافر ماں باپ کا انتقال ہو جائے تو وہ انہیں غسل دے گا، جنازہ کا ساتھ دے گا۔ اور دفن

۱۔ بعض روایات میں غسل اور کفن کا بھی ذکر ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، زیلعی، نصب الرایہ: ۲/۲۸۱۔۲۸۲،

۲۔ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الرجل یموت له قرابة مشرك، نسائی، کتاب الطهارة، باب الغسل من مواراة المشرك، کتاب الجنائز، باب مواراة المشرك، مسند احمد: ۲/۱۳۶، حدیث نمبر ۸۰۷، ۱۰۷۴، تحقیق احمد محمد شاکر،

۳۔ عبدالرزاق، مصنف: ۶/۴۲،

۴۔ ابن قدامہ، المغنی: ۳/۴۶۶،

کرے گا، اس لئے کہ ان کے ساتھ معروف کے مطابق حسن سلوک کا جو حکم دیا گیا ہے یہ اس میں شامل ہے۔(۱)

ہدایہ میں قدوری کی عبارت ہے:

واذا مات الکافر وله ولی مسلم فانه يغسله ويكفنه ويدفنه ۔ (۲)

کسی کافر کا انتقال ہو جائے اور مسلمان اس کا ولی ہو تو وہ اسے غسل دے گا اور اس کی تکفین اور تدفین کرے گا۔

یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسلمان کو کسی غیر مسلم رشتہ دار کی تجہیز و تکفین کرنی پڑے اگر اس کے اہل مذہب اپنے طریقہ پر عمل کریں تو مسلمان اس میں اسی حد تک شریک ہو گا جس حد تک شریعت اجازت دے۔

جنازہ میں شرکت:

غیر مسلم سے خونی رشتہ یا اور کوئی قریبی تعلق ہو تو اس کے جنازہ میں شرکت کی بھی اجازت ہے۔

مشہور تابعی مکحول کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طالب کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ کنارے کنارے چلے، ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ فرمایا رشتے نے آپ کو مجھ سے جوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ان کی قبر پر

۱۔ احکام القرآن: ۲/۲۳۶،

۲۔ صاحب ہدایہ کا انداز سخت ہے۔ قدوری کی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جیسے ناپاک کپڑا دھویا جاتا ہے اس طرح ناپاک سمجھ کر لاش پر پانی بہا دے گا، کفن اور دفن میں سنت کی رعایت نہ ہو گی بلکہ چھوٹا سا گڑھا کھودا جائے گا، میت کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اس میں ڈال دیا جائے گا اور پھر مٹی سے ڈھک دیا جائے گا۔ ہدایہ: ۱/۱۶۱۔ ۱۶۲، اس میں شک نہیں کہ غیر مسلم کی تدفین اسلامی شریعت کے مطابق نہیں ہو گی لیکن کسی بھی وجہ سے اس کی تدفین کر رہا ہو تو اس میں میت کے احترام کا پہلو ہمارے خیال میں بہر حال ملحوظ رہنا چاہئے۔

آپ کھڑے نہیں ہوئے۔(۱)

امام شعبی کہتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہ کی والدہ نصرانی تھیں۔ ان کا انتقال ہوا تو (بعض) صحابہؓ نے ان کے جنازہ کی مشایعت کی۔(۲)

ان كانت قرابة قريبة بين مسلم و كافر فليتبع جنازته (۳)

اگر قریبی رشتہ داری ہے مسلمان اور کافر کے درمیان تو مسلمان کو کافر کے جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے۔

غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت ہو تو اس بات کی احتیاط کرنی ہوگی کہ مسلمان کا امتیاز باقی رہے۔ انسانی تعلق اور ہمدردی کا اظہار بھی ہو اور یہ بات بھی واضح ہو کہ اسلام کے علاوہ کسی بھی دین کو وہ صحیح نہیں سمجھتا۔ اس کے لئے مختلف صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ میری ماں کا انتقال ہوا۔ وہ نصرانیہ تھیں۔ میں نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا جب اس کا جنازہ روانہ ہو تو تم سواری پر آگے آگے چلو۔

امام احمد بن حنبل اس کے حوالے سے کہتے ہیں کہ کسی یہودی یا نصرانی کا انتقال ہو جائے تو اس کی مسلمان اولاد سواری پر جنازہ کے آگے چلے اور دفن کے وقت واپس ہو جائے۔(۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ نصرانیہ تھی۔ کیا میں اس کی تدفین میں شریک ہو سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جنازہ کے آگے چلو، اس لئے کہ تم (دینی لحاظ سے) اس کے ساتھ نہیں ہو۔(۵)

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۸، حضرت علیؓ کی روایت گزر چکی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر ابو طالب کی تدفین کی تھی اور بعد میں اس کی اطلاع دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ اس میں شریک نہیں ہوئے۔ یہ روایت اس سے مختلف ہے۔

۲۔ مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۶،

۳۔ ایضاً،

۴۔ ابن قدامہ، المغنی: ۳/۴۶۶،

۵۔ مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۷،

قتادہ کہتے ہیں کہ مسلمان کافر کے جنازہ کے پیچھے چلے گا اور کنارے رہے گا اس سے قریب نہیں ہوگا۔(۱)

غیر مسلم میت کے اہل مذہب موجود ہوں تو وہ اپنے طریقے پر عمل کریں گے۔ یہ ان کا مذہبی حق ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ مسلمان رشتہ دار صرف جنازہ میں شریک ہوگا۔

خالد بن عبداللہ قسری کی ماں کا انتقال ہوا۔ وہ نصرانیہ تھیں۔ خالد نے دمشق کے پادریوں کو طلب کیا اور کہا کہ اس کی تجہیز و تکفین میں وہ طریقہ اختیار کرو جو بادشاہوں کی لڑکیوں کے لئے اختیار کرتے ہو، اس لئے کہ اس کا تعلق بھی بادشاہوں کی اولاد سے تھا۔ پھر گھر کی عورتوں نے پادریوں کی ہدایت کے مطابق انہیں غسل دیا اور تجہیز و تکفین کی۔ جنازہ جب چلا تو خالد اپنی سواری پر نکلے، نمایاں اشخاص بھی ساتھ تھے۔ کنارے کنارے چلتے رہے۔ قبر تک پہنچے تو اپنی سواری کا رخ موڑا اور واپس ہوگئے۔ کہا یہ ہماری ماں کے ساتھ آخری سلوک ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ شیخ عبداللہ بن ابوزکریا نے اپنی ماں کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ ان کا شمار شام کے نمایاں لوگوں میں ہوتا تھا۔ بڑے عابد و زاہد اور فقیہ تھے۔

مکحول (تابعیؒ) کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی اسی پر عمل کرتے تھے۔(۲)

جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنا، درمیان میں یا کنارے چلنا سواری پر یا پیدل چلنا ان میں سے ہر ایک کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ ایسے کسی بھی موقع پر اپنی دینی انفرادیت کو کھو دینا صحیح نہیں ہے۔ اسے باقی رکھتے ہوئے آدمی حالات کے لحاظ سے خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس سے بہر حال اتنی بات ثابت ہے کہ وقت ضرورت غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت ناروا نہیں ہے۔

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۶ / ۳۷،

۲۔ مصنف عبدالرزاق: ۶ / ۳۷۔۳۸،

غیر مسلم عزیز کی قبر کی زیارت:

کافر ماں باپ یا قریبی عزیز کے انتقال کے بعد ان کی یاد آجائے تو آدمی ان کی قبر پر بھی جا سکتا ہے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ (حضرت آمنہ) کی قبر کی زیارت فرمائی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ جو صحابہ کرامؓ ساتھ تھے وہ بھی رو پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت مانگی لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں ملی۔ میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اجازت دے دی گئی۔ تم لوگ قبروں کی زیارت کرو۔ اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔(۱)

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں:

فیه جواز زیارة المشرکین فی الحیٰوة و قبورهم بعد الوفاة لانه اذ اجازت زیارتهم بعد الوفاة ففی الحیٰوة اولیٰ ۔ (۲)

اس سے مشرکین کی ان کی زندگی میں زیارت اور ملاقات اور مرنے کے بعد ان کی قبور کی زیارت کا جواز نکلتا ہے اس لئے کہ جب ان کی زیارت ان کی وفات کے بعد جائز ہے تو زندگی میں بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہئے۔

غیر مسلم کی تعزیت:

کسی کے عزیز و اقارب کا انتقال ہو تو اس کا یہ حق ہے کہ اس کی تعزیت کی جائے اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار ہو۔ جس طرح مسلمان کی تعزیت کی جاتی ہے، غیر مسلم کی بھی تعزیت کی جانی چاہئے۔ یہ ایک سماجی تقاضا بھی ہے اور اسلام کی تعلیم کے عین مطابق

۱۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربه فی زیارة قبر امه ، ابوداؤد کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور،

۲۔ نووی، شرح مسلم: ج ۳، جزء ۷، ص ۴۵،

بھی۔ البتہ اس موقع پر کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکلنی چاہئے جو ایک مسلمان کے عقیدے کے خلاف ہو۔

امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ یہودی یا نصرانی کی اولاد یا قرابت دار کا انتقال ہو جائے تو کیسے تعزیت کی جائے؟ فرمایا اس طرح کہے: "اللہ تعالیٰ نے موت اپنی ہر مخلوق کے لئے لکھ دی ہے (اس سے کسی کو رستگاری نہیں) ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد نہ گھٹائے (تمہاری نسل میں کمی نہ ہو)۔(۱)

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک نصرانی آیا اور آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے اس کے بھائی سے تعزیت کی۔ فرمایا تم پر جو مصیبت آئی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا وہ ثواب عطا کرے جو تمہارے ہم مذہب لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ موت کو ہم سب کے لئے برکت کا باعث بنائے اور وہ ایک خیر ہو جس کا ہم انتظار کریں۔ جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کا دامن نہ چھوڑو۔ (۲)

اس طرح تعزیت کا نہ صرف یہ کہ جواز ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ کسی یہودی یا مجوسی کے بچے کا انتقال ہو جائے تو اس کے مسلمان پڑوسی کو اس کی تعزیت کرنی چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہت اچھا جانشین عطا فرمائے اور آپ کے حالات کو بہتر بنائے۔ (۳)

یہ ہے اس رویہ کی ایک جھلک جسے غیر مسلموں کے سلسلے میں اپنانے کی قرآن و حدیث نے تعلیم دی ہے اور جس کی قانونی اور اخلاقی حیثیت سے ہمارے علماء و فقہاء نے بحث کی ہے۔

۱۔ ابویوسف، کتاب الخراج ص ۲۱۶،

۲۔ ایضاً، ص ۲۱۷، اس طرح کے مناسب الفاظ بعض اور اصحاب سے بھی منقول ہیں۔ ملاحظہ ہو، ابن قدامہ، المغنی: ۳/۴۸۶۔۴۸۷،

۳۔ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ۵/۳۴۱،